قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)
روزنامہ
الفضل لندن
مدیر ۔ابو سعید
Online Edition
ہفتہ 22 مئی 2021ء | 09 شوال 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:121

ارشاد باری تعالیٰ

یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ ۚ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ

(یٰسٓ: 31)

ترجمہ: وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں جو مقام حاصل کیا تھا وہ ہر احمدی پر بڑا واضح اور عیاں ہے۔ جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت کَافِیۡ کے حوالہ سے ذکر کیا تھا کہ عشق و محبت کے اس اعلیٰ مقام کی وجہ سے جو آپؑ کو آنحضرت ﷺ سے تھا، آپؑ اللہ تعالیٰ کے انتہائی پیارے بن گئے اور آپ کے بے شمار الہامات جن میں عربی، اُردو وغیرہ کے الہامات شامل ہیں، اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بعض قرآنی آیات کے حصے جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی بتایا تھا آپؑ کو الہاماً بتائے اور جماعت احمدیہ پر طلوع ہونے والا ہر دن اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپ کے الہامات یقیناً سچے اور آپؑ کا دعویٰ یقیناً سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والا، خاص طور پر نبوت کا جھوٹ منسوب کرنے والا کبھی بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود یہ اصول قرآن کریم میں بیان فرما دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی سورۃ الحاقہ کی آیات میں فرماتا ہے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ۔ لَاَخَذۡنَا مِنۡہُ بِالۡیَمِیۡنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡہُ الۡوَتِیۡنَ۔ فَمَا مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡہُ حٰجِزِیۡنَ (الحاقۃ: 45-48) یعنی اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم ضرور اسے داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر ہم یقیناً اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی ایک بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔

پس یہ ایک اصولی معیار ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس معیار کو اپنی سچائی کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’صادق کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک اور نشان بھی قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ اگر تُو مجھ پر تَقَوَّلَ کرے تو مَیں تیرا داہنا ہاتھ پکڑ لوں۔ اللہ تعالیٰ پر تَقَوَّل کرنے والا مفتری فلاح نہیں پا سکتا بلکہ ہلاک ہو جاتا ہے اور اب پچیس سال کے قریب عرصہ گزرا ہے کہ خدا تعالیٰ کی وحی کو مَیں شائع کر رہا ہوں۔ اگر افتراء تھا تو اس تَقَوَّلَ کی پاداش میں ضروری نہ تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرتا؟ بجائے اس کے کہ وہ مجھے پکڑتا اس نے صدہا نشان میری تائید میں ظاہر کئے اور نصرت پر نصرت مجھے دی۔ کیا مفتریوں کے ساتھ یہی سلوک ہوا کرتا ہے؟ اور دجالوں کو ایسی ہی نصرت ملا کرتی ہے؟ کچھ تو سوچو۔ ایسی نظیر کوئی پیش کرو اور مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہرگز نہ ملے گی۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 89 جدید ایڈیشن)

(خطبہ جمعہ 30 جنوری 2009)

اس شمارہ میں

- ستم گروں نے عشق کا چراغ جو بجھا دیا (منظوم)
- اداریہ
- ’’گولڈن ٹمپل‘‘ امرتسر میں سکھ مذہب کا مقدس مقام
- غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر

فرمانِ رسول ﷺ

خلیفۃ اللہ سے وابستہ ہو جاؤ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس وقت زمین میں خلیفۃ اللہ کو دیکھو تو اس سے وابستہ ہو جاؤ خواہ تمہارا جسم لہو لہان ہو جائے اور تیرا مال لوٹ لیا جائے اور اگر خلیفۃ اللہ کو نہ دیکھو تو زمین میں کہیں بھاگ جاؤ خواہ مر ہی جاؤ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۰۳)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

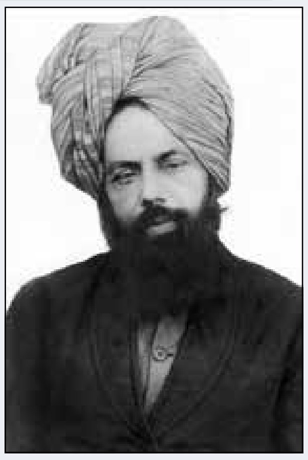

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر آنے والے پانچ نازک مواقع

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’یاد رہے پانچ موقعے آنحضرت ﷺ کے لئے نہایت نازک پیش آئے تھے جن میں جان کا بچنا محالات سے معلوم ہوتا تھا۔ اگر آنجناب درحقیقت خدا کے سچے رسول نہ ہوتے تو ضرور ہلاک کئے جاتے۔ ایک تو وہ موقع تھا جب کفار قریش نے آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا اور قسمیں کھالی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کریں گے۔ (2) دوسرا وہ موقع تھا کہ جب کافر لوگ اس غار پر مع ایک گروہ کثیر کے پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت ﷺ مع حضرت ابو بکرؓ کے چھپے ہوئے تھے۔ (3) تیسرا وہ نازک موقع تھا جبکہ احد کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ اکیلے رہ گئے تھے اور کافروں نے آپؐ کے گرد محاصرہ کر لیا تھا اور آپؐ پر بہت سی تلواریں چلائیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ یہ ایک معجزہ تھا۔ (4) چوتھا وہ موقع تھا جبکہ ایک یہودیہ نے آنجناب کو گوشت میں زہر دے دی تھی اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی اور بہت وزن اس کا دیا گیا تھا۔ (5) پانچواں وہ نہایت خطرناک موقع تھا جبکہ خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضرت ﷺ کے قتل کے لئے مصمم ارادہ کیا تھا اور گرفتار کرنے کے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے تھے۔

پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ان تمام پُرخطر موقعوں سے نجات پانا اور ان تمام دشمنوں پر آخر کار غالب ہو جانا ایک بڑی زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت آپ صادق تھے اور خدا آپؐ کے ساتھ تھا۔‘‘

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23۔ صفحہ 263-264 حاشیہ)

دربارِ خلافت

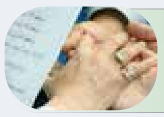

اگر دوسری قدرت کا فیض پانا ہے تو پھر اس عرصے میں اکٹھے رہو، دعائیں کرتے رہو اور خلیفہ کو منتخب کرو... کسی انجمن کے نمونہ بنانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ وہ شخص نمونہ بنے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

...پس اس میں اپنے وصال کے بعد خلیفہ کے انتخاب تک اور ہر خلیفہ کے بعد اگلے خلیفہ کے انتخاب تک کا عرصہ بیان کر کے اس بات کی تلقین کی کہ یہ جو درمیانی عرصہ ہے، یہ جو چند دن، ایک دو دن بیچ میں وقفہ ہو، اس میں بگڑ نہ جانا۔ اگر دوسری قدرت کا فیض پانا ہے تو پھر اس عرصے میں اکٹھے رہو، دعائیں کرتے رہو اور خلیفہ کو منتخب کرو۔ اس بات سے یہ غلطی نہیں لگنی چاہئے کہ آپ نے فرمایا کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر لوگوں سے بیعت لیں۔ گویا خلافت ایک شخص سے وابستہ نہیں بلکہ افراد کے مجموعے سے وابستہ ہے۔ اس کو بہانہ بنا کر غیر مبائعین انجمن کو بالا سمجھنے لگ گئے تھے جبکہ اس کی وضاحت آپ علیہ السلام نے اسی کے حاشیہ میں فرمادی ہے کہ ’’ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہو گا‘‘۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہو گا۔ ’’پس جس شخص کی نسبت‘‘ (یہاں پھر واحد کا صیغہ آ گیا) ’’جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہو گا‘‘۔ (یہاں جمع نہیں آئی۔ پھر آگے ہے کہ وہ شخص بیعت لے گا) ’’اور چاہئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بناوے‘‘۔ کسی انجمن کے نمونہ بنانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ وہ شخص نمونہ بنے۔ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 حاشیہ صفحہ 306)

پس جہاں جمع کا صیغہ استعمال کیا وہاں کوئی انجمن نہیں ہے بلکہ خلفاء کے بارے میں فرمایا ہے کہ جو آئندہ آنے والے خلفاء ہیں وہ یہ بیعت لیں گے۔ پھر اس اصول کو مدّنظر رکھتے ہوئے جماعتی نظام میں انتخابِ خلافت کے لئے انتخابِ خلافت کی ایک مجلس قائم ہے جس کے تحت خلافتِ ثانیہ کے بعد اب تک انتخابِ خلافت عمل میں آتا ہے۔ اب اگر یہ سوال ہے کہ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ کا ہے؟ تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت اور تائیدات اور افرادِ جماعت کے رؤیائے صالحہ جو مختلف افراد کو اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے وہ کافی ہیں۔ پھر خلیفۂ وقت کے حکموں پر عمل کرنا اور دل سے عمل کرنا، اور دلوں کا خلیفہ وقت کی تائید میں پھرنا یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی دلیل ہیں۔ پہلے میں اس ضمن میں مثالیں بھی دے آیا ہوں کہ دشمن کی کیا کوشش رہی

بقیہ صفحہ 4 پر

ستم گروں نے عشق کا چراغ جو بجھا دیا

ستم گروں نے عشق کا چراغ جو بجھا دیا
ستم زدوں نے خون سے رگوں میں پھر جلا دیا
وہ نامِ دل ستاں تو دل پہ ہے مرے لکھا ہوا
بلا سے گر، جدار و لوحِ سنگ سے مٹا دیا
میں نور کا پیامبر، تُو ہے سفیر تیرگی
عجب نہیں کہ تُو نے کل منارِ عشق ڈھا دیا
مجھے جو جاں سے ہے عزیز، ترے بھی وہ قریب تھا
یہ تو نے کیا کیا اُسی پہ تیغ کو چلا دیا
جو واعظوں نے راہِ میکدہ میں سنگ رکھ دیے
تو لعلِ ناب کو حرم میں رند نے لنڈھا دیا
تری شرابِ نارسا مجھے نہ راس آئے گی
مجھے تو میرے ساقی نے ہے جامِ جم پلا دیا
لے دیکھ آج کامراں ہوا میں کیسی شان سے
تُو زعم کر رہا تھا یہ کہ مجھ کو ہے ہرا دیا
وہ کج کلہ جو کہہ رہا تھا مجھ کو اپنی خاکِ پا
خدا نے اُس کلاہ کو ہے خاک میں ملا دیا
ترا عقیدہ جو بھی ہو مرا تو دین ہے یہی
ملا رفیقِ یار جو اُسی پہ سب لُٹا دیا
گیا میں ایک بار تھا گلی میں اُس حسین کی
حیاتِ مستعار کو وہیں پہ پھر بِتا دیا
”جو خاک میں ملے اُسے (ہی) ملتا ہے (وہ) آشنا“
عجب یہ راز، یارِ راز دان نے بتا دیا

م م محمود

آج کی دعا

رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 37)

ترجمہ: اے میرے رب! امت محمدیہ کی اصلاح کر۔

یہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی امتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے الہامی دعا ہے۔ ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس الہام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں: احمدیوں کو دعاؤں کی طرف توجہ کرنے کی بھی بہت ضرورت ہے اور امت کے لئے دعا کرنا سب دعاؤں سے افضل ہے۔ کیونکہ اس وقت یہ اُمّت بڑی مشکل میں گرفتار ہے۔۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ نے الہاماً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُمّت کے لئے دعاؤں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ایک دعا کا ذکر میں کرتا ہوں کہ ’’رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ‘‘ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 37) کہ اے میرے رب! امت محمدیہ کی اصلاح کر۔ پس ان کی اصلاح کے لئے بہت دعا کی ضرورت ہے اور اصلاح کا نتیجہ ایک ہی صورت میں نظر آسکتا ہے اور وہ ہے کہ وقت کے امام کو مان لینا تا کہ ان آفات سے بچ جائیں جو زمینی بھی ہیں اور آسمانی بھی۔

(خطبہ جمعہ 17/ مارچ 2006ء، خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ:499)

اے میرے پیارے فِدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار
وہ خدا جس نے بنایا آدمی اور دیں دیا
وہ نہیں راضی کہ بے دینی ہو ان کا کاروبار
بے خدا، بے زہد و تقویٰ بے دیانت بے صفا
بن گئی ہے یہ دنیائے دُوں طاعوں کرے اس میں شکار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

عزت تو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے لئے ہے (القرآن)

گزشتہ دنوں خاکسار کے ایک شاگرد زاہد محمود نے مجھے فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا پر قلم اُٹھانے کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے معاشرہ میں لوگوں نے اپنے آپ کو بھی دوسروں کے لئے عزت کا مقام دے رکھا ہے اور بعض جگہوں پر وڈیروں کو عزت کا مقام دے کر اپنا مستقبل داؤ پر لگا رکھا ہے نیز بعض ایسی رسومات اور بدعات کو معزز سمجھ کر جو قرآنی تعلیم کے برعکس ہے اپنے معاشرے کا حصہ سمجھ لیا ہے۔

خاکسار نے اس آیت کریمہ اور عزت و تکریم کے حوالہ سے قرآن کریم کی آیات کو دیکھا اور احادیث نبوی کو اس عنوان کے تحت تلاش کیا تو بہت دلچسپ، قابل قدر مضمون ذہن میں اُبھرا۔ ویسے تو تمام دنیا میں اکثر بادشاہوں، حکمرانوں اور وڈیروں کا طرز عمل اور رکھ رکھاؤ متکبرانہ رہا ہے اور وہ اپنے آپ اور اپنے تاج و عروس کو ہی عزت سمجھتے اور فخریہ انداز میں اس کا اظہار بھی کرتے رہے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے مسلمان دنیوی جاہ و جلال رکھنے والے جابر حکمرانوں نے بھی اپنی حکمرانی میں متکبرانہ انداز اپنایا۔ اپنی رعایا کو بھیڑ بکریوں سے بڑھ کر درجہ نہ دیا۔ اپنے جاہ و جلال و مقام، مال وثروت اور فخر ومباہات اور سستی شہرت کو طول دینے کے لئے بلند و بالا محلات اور گھر بنائے۔ اپنے آباؤ اجداد کے مقبرے اور پختہ قبریں بنائیں۔ اپنے ہاں منعقد ہونے والی تقریبات اور مجالس میں اپنی عزت وتکریم قائم رکھنے کے لئے غیر اسلامی رسومات کو رواج دیا۔ تا اپنی ناک قائم رہے۔ انہوں نے عالی شان اور خوبصورت مساجد اپنے نام ونمود کی خاطر بنوائیں۔ ان پر نقش و نگار کروائے۔ بیل بوٹے ڈلوائے اور آج اگر یہ مساجد موجود ہیں تو نمازی نہیں ملتے اور بعض مساجد کھنڈرات میں تبدیل ہو چکی ہیں یا بعد میں آنے والی حکومتیں ان مساجد سے کوئی اور کام لے رہی ہیں۔ اور آج بھی یہ فخر ومباہات کا سلسلہ مسلمان حکمرانوں میں قدرے تبدیلی کے ساتھ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایسے فسادی حکمران کو البقرہ: 207 میں تقویٰ کی تلقین کا ذکر ملتا ہے مگر ظاہری عزت کی انا نے ان کو گناہ پر قائم رکھا۔ جبکہ آنحضور ﷺ اور خلفائے راشدین کا دَور کتنا سادگی پر مشتمل تھا۔ خانہ کعبہ کتنی سادگی کا مظہر ہے۔ مسجد نبوی آنحضرت ﷺ کے دور میں کھجور کے پتوں سے ڈھانپی گئی تھی۔ جس کی چھت بارش کے دوران ٹپکتی تھی۔ اور فرش کے طور پر پتھریلے پتھر (سنگریزے) بچھائے گئے تھے۔ جو سجدہ کرتے چبھن پیدا کرتے تھے اور صحابہؓ سجدہ کرنے سے قبل ان کو سیدھا کر لیا کرتے تھے۔ خود آپ ﷺ کی قبر کتنی سادہ رہی۔ ایک دفعہ آنحضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ فلاں قبیلہ کی ایک خاتون مجھ سے رابطہ کرتے ہوئے ڈرتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اس خاتون کا بیٹا ہوں جو روٹی کے سوکھے ٹکڑے بھگو کر کھایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا وَابغُونِی فی الضعفاء کہ مجھے کمزور اور غریبوں میں تلاش کرو۔ یہ فرما کر آپؐ نے اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار فرمایا۔ حضرت عمرؓ راتوں کو اپنے کاندھوں پر راشن رکھ کر غریب رعایا کے گھر پہنچایا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے گھر ایک دفعہ مہمان آگئے۔ رات کا وقت تھا۔ گفتگو کے دوران دیا بجھ گیا۔ آپ حاضرین کے اصرار کے باوجود خود اُٹھے اور تیل ڈال کر آگ جلا کر دیے کو لے آئے اور فرمایا۔ دیے میں تیل ڈالنے سے قبل بھی میں عمر بن عبد العزیز تھا اور تیل ڈالنے کے بعد بھی میں عمر بن عبد العزیز ہوں۔

یہ تھا اُن مسلمان حکمرانوں کا شیوہ اور طریق جن کی تربیت براہ راست آنحضور ﷺ سے ہوئی تھی اور وہ تمام عزت وتکریم کی آماجگاہ اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھتے تھے۔ اور جو عزت ان حکمرانوں اور دیگر مسلمانوں نے کمائی وہ سورۃ المنافقون کی آیت 9 وَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ وَلِرَسُوۡلِہٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ کہ عزت تمام تر اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کی ہے کے تحت حصہ میں آئی کہ جو اللہ اور اس کے رسول کو ان کے مقام کا حق دیں گے وہی عزت پائیں گے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب عبد اللہ بن ابی سلول (رئیس المنافقین) نے اپنے ساتھیوں سے مل کر یہ کہا تھا کہ ہم مدینہ پہنچ کر معزز ترین شخص (حضرت محمد ﷺ) کو نکال باہر کریں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا معزز وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو عزت دیتے ہیں۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ میں بیان فرمایا ہے۔

؎ رنگ تقویٰ سے کوئی رنگ نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایمان کا ذریعہ یہی دین کا سنگھار

الغرض خداوند قدوس ہی اصل اور حقیقی عزت کا سرچشمہ ہے۔ جو اس سے فیض پائے گا العمل الصالح یرفعہ کے تحت باعزت ٹھہرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں 5 سے زائد مقامات پر عزت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے مگر مختلف معنوں میں۔

☆ پہلا ذکر سورۃ النساء آیت 140 میں ہوا ہے۔ جس میں مومنوں کو چھوڑ کر کفار کو دوست اس غرض سے بنانے کا ذکر ہے کہ انہیں عزت ملے گی۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عزت تو تمام تر اللہ کے قبضے میں ہے۔ اور سورۃ مریم آیت 89 میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے معبود بنانے کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ وہ یہ تمام تر عزت بڑھانے کے لئے کرتے ہیں۔ اور سورۃ ص آیت 2 میں کفار کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جھوٹی عزت و انا میں مبتلا ہیں۔

☆ دوسری جگہ سورۃ یونس آیت 66 سے پہلے اولیاء اللہ اور ان کے اوصاف، ان پر ہونے والے انعامات کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان کے مخالفین کی باتیں تمہیں غمگین نہ کریں یقیناً عزت تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ اپنی عزت نہیں چاہتے وہ تو خدا کا جلال اور خدا کی عزت کے طالب رہتے ہیں۔ ان لوگوں میں ریاء کا نام تک نہیں ہوتا۔

(حقائق الفرقان جلد 2 ص 342)

☆ سورۃ فاطر آیت 11 میں فرماتا ہے کہ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ جَمِیۡعًا کہ جو بھی عزت کا خواہاں ہے تو اللہ ہی کے تصرف میں سب عزت ہے۔

اس آیت کے تحت فٹ نوٹ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تحریر فرماتے ہیں۔ ’’بعض لوگ دنیا کے بڑے لوگوں سے میل ملاپ رکھنے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں مگر مومنوں کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ عزت اللہ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور مخالف ان کو دنیا میں ذلیل کرنے کی جو بھی کوششیں کرے گا وہ رائیگاں جائیں گی۔‘‘ (ترجمہ قرآن صفحہ 763)

اسی تفسیر میں سورۃ المنافقون آیت 9 کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے کہ عزت کے مستحق مومنوں کی جماعت انبیاء ہیں جن کو عزت، ان کے اعمال صالح کی وجہ سے ان کے خدا کی طرف سے آتی ہے۔ ترمذی کتاب الدعوات میں حضرت ابوہریرہؓ سے اللہ تعالیٰ کے جو 99 صفاتی نام درج ہیں۔ ان میں ایک صفت المعز بھی ہے جس کے معانی عزت دینے والے کے ہیں جبکہ وہ خود رب العزت (الصافات: 181) اور العزیز (ترمذی کتاب الدعوات) تو ہے ہی۔ عزت کے معانی غلبہ اور قوت کے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ عزت کا لفظ ہمیشہ ذلت کے مقابل پر استعمال ہوتا ہے۔ پس ذلت کے مقابل جو چیز ہے اسے عزت کہا جائے گا۔

(تفسیر کبیر جلد 5 ص 356)

☆ عربوں میں دور جاہلیت میں خاندانوں میں جاہ و مقام کا خیال رکھا جاتا تھا۔ وہ اپنے قد کاٹھ اور مال وثروت کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے۔ اسلام نے آکر اس طریق کو ختم کر کے اعمال صالح بجالانے والوں کو مقام دیا۔ ایک دفعہ صحابہؓ نے آنحضور ﷺ سے عرب کے اعلیٰ اور معزز خاندانوں کے متعلق پوچھا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا خِیَارُھُم فِی الجَاھِلِیۃِ خِیَارُھُم فِی الاِسلَامِ اِذَا فَقِھُوا (بخاری کتاب الانبیاء) کہ ان میں سے جو جاہلیت میں معزز تھے اسلام میں بھی معزز ہیں بشرطیکہ وہ دین کو سمجھیں اور اس کا فہم رکھیں۔

☆ حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے زندگی میں بہت بُرے عمل کئے گناہ کرتا رہا۔ مگر وفات سے قبل اپنے بچوں سے کہا کہ مجھے جلا کر میری راکھ سمندروں اور ہواؤں میں بکھیر دینا۔ خدا کے لئے اس کا اکٹھا کرنا مشکل ہوگا۔ اور میں عذاب سے بچ جاؤں گا۔ لیکن خدا نے اس کی راکھ کے ذرات کو اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ پورے جسم کے ساتھ خدا کے حضور لرزاں ترساں حاضر ہوا، اور ایسا کروانے کی وجہ پوچھنے پر کہا۔ اے خدا! تیری خشیت اور خوف اور کبرائی نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ خدا کو اس کا یہ احساس ندامت پسند آیا اور اسے بخش دیا۔

(حدیقۃ الصالحین ص 165-164)

یہ واقعہ بظاہر خدا سے خوف کھانے سے متعلق ہے لیکن نتیجہ خدا کو معزز گردانے کا نکلتا ہے۔ خدا کو معزز جانا اور خود عزت پائی کیونکہ عزت تو خدا کی لونڈی ہے۔

یہ تو خدا کو اس کا مقام اور درجہ دے کر عزت پانے کا مقام ہے۔ آئیں دیکھیں کہ رسول کریم ﷺ کو معزز جاننے اور ان کو ان کا مقام دینے پر خدا تعالیٰ کا ان خدا کے بندوں سے کیا سلوک ہوتا ہے۔ حضرت ثابت بن قیسؓ بلند آواز تھے۔ جب لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ (الحجرات: 3) نبی سے اپنی آوازیں بلند نہ کرنے کی آیت نازل ہوئی تو یہ اس خدشہ سے گھر بیٹھ گئے کہ کہیں میں گنہگار نہ بن جاؤں۔ آنحضور ﷺ نے جب چند دن محفل میں نہ آنے کی وجہ دریافت کرنے کے لیے ان کے گھر صحابہ کو بھیجا تو آپ ﷺ نے حضرت ثابتؓ کو بلوا کر یہ خوش خبری سنائی کہ اے ثابت! تو دوزخی نہیں بلکہ جنتی ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر)

تاریخ نے بہت سے ایسے واقعات محفوظ کئے ہیں کہ صحابہؓ نے اپنے حسب ونسب کو خیر آباد کہا۔ اللہ کے تمام احکام کے تابع زندگی بسر کی اور

آنحضور ﷺ کی اطاعت میں ہی اپنی عزت سمجھی۔ یہ ظاہری حسب و نسب صرف پہچان کا ذریعہ رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان آیت 55 میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو ایک (گدلے) پانی سے پیدا کیا اور نسب و صہر جان پہچان کا ذریعہ ہیں۔ ان کی کوئی بڑائی نہیں حضرت مصلح موعودؓ نے نسب سے مراد آبائی شجرہ اور صہراً سے مراد سسرالی شجرہ مراد لیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا ایک کامیاب مقصد جماعت احمدیہ میں خاندانوں کی بڑائی ختم کر کے تمام احباب جماعت کو نیکی اور تقویٰ کے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا تھا۔ ہمارے اکثر و بیشتر رشتے خاندانوں کی بڑائی سے الگ رہ کر نیکی و تقویٰ پر قائم ہوتے ہیں۔ جونہی رشتے کی کوئی دس پہنچتی ہے فوراً اس لڑکے یا لڑکی کے خاندان کا جماعت سے تعلق، نمازوں اور چندوں کا معیار دیکھا جاتا ہے۔ پھر ایک اور مقام سورۃ المومنون آیت 102 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا تو کوئی رشتے داری اور حسب نسب کام نہیں دے گا۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’اس دن (جس دن صور پھونکا جائے گا) کسی دوسرے کی مدد کام نہیں دے گی۔ بلکہ انسان کے اپنے ہی اعمال اس کے کام آئیں گے۔ اگر نیک اعمال زیادہ ہوئے تو انسان نجات پا جائے گا۔ اگر نیک اعمال کم ہوئے تو وہ گھاٹے میں پڑے گا۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد 6 ص 229)

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

آنحضور ﷺ نے زمانہ جاہلیت سے اسلام میں آنے والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت و غرور کو ختم کر دیا اور باپ دادا کے نام لے کر فخر کرنے سے روک دیا (سنن ابن داؤد 5116)۔ ایسا کرنے پر ایک اور موقع پر ایسے لوگوں پر اللہ، رسول اور فرشتوں کی لعنت دی گئی ہے۔

انبیا کی مخالفت بھی اسی نظریے کو لے کر کی جاتی ہے کہ ہم اس نبی سے بہتر ہیں۔ انبیاء اپنی مخالفت میں حسب و نسب کے طعنہ کی زد میں آتے رہے ہیں۔

پاکستان و دیگر بعض مسلم ممالک میں جماعت احمدیہ کو جس مخالفت کا سامنا ہے اس میں حقارت آمیز رویہ شامل ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ سورۃ یٰسٓ آیت 15 میں واضح رنگ میں فرماتا ہے کہ انبیاء دراصل قوموں کے لئے تقویت اور عزت کا باعث بنتے ہیں۔ اور تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ (اٰل عمران:27) میں عزت افزائی کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہم جس کو چاہیں عزت دیتے ہیں۔ اور اس عزت کے حاصل کرنے کے لئے ایک مسلمان کو ہر وقت مستعد رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی اور سچی عزت کا حقدار بنائے رکھے۔

بقیہ: دربار خلافت ...... از صفحہ 2

بقیہ: دربار خلافت ...... از صفحہ 2

ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت نے کیا نشان دکھائے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رسالے میں مزید نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے رُوح القدس سے حصہ لو کہ بجز رُوح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کیلئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذّتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کیلئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذّت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجبِ غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر، اپنی لذّات چھوڑ کر، اپنی عزّت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اُٹھا لو گے تو ایک پیارے بچّے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔‘‘

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 307)

پھر آپؑ نے فرمایا:

’’یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٔ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کیلئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے، ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں، ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔‘‘

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 309)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج جماعت احمدیہ میں دنیا کے ہر کونے میں، ہر ملک میں قربانیوں کے معیار بڑھتے چلے جا رہے ہیں، اور اللہ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے جو وعدے ہیں اُن کو ہم پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ احمدی کس جرأت سے اور کس قربانی کے جذبے سے اور کس ہمت سے جانی قربانیاں بھی پیش کر رہے ہیں اور مالی قربانیاں بھی پیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن یہ جو آپؑ کے اقتباسات ہیں، ان میں بعض انذار بھی ہیں اور خوشخبریاں بھی ہیں جو آپ نے خلافت اور جماعت سے منسلک رہنے والوں کو دی ہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے کہ ان خوشخبریوں سے حصہ پانے کے لئے، اللہ تعالیٰ کے وعدے سے فیض اُٹھانے کے لئے خدا کی عظمت دلوں میں بٹھانے والے بنیں۔ عملی طور پر خدا تعالیٰ کی توحید کا اظہار کرنے والے ہوں۔ بنی نوع سے سچی ہمدردی کرنے والے ہوں۔ دلوں کو بُغضوں اور کینوں سے پاک کرنے والے ہوں۔ ہر ایک نیکی کی راہ پر قدم مارنے والے ہوں۔ اپنے ایمانوں کی حفاظت کرنے والے ہوں۔ کامل اطاعت کا نمونہ دکھانے والے ہوں۔ ایمان میں ترقی کرتے چلے جانے والے ہوں تا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہمارے قدم صدق کے قدم شمار ہوں اور ہم اُس کے وعدوں سے فیض پانے والے بنیں۔ اس کتاب ’’رسالہ الوصیت‘‘ کے آخر میں آپ نے اُن تقویٰ شعار لوگوں اور ایمان میں بڑھنے والوں کے لئے جنہوں نے اعلیٰ ترین معیار کے حصول کے لئے کوشش کی اور اُس مالی نظام کا حصہ بنے جو آپؑ نے جاری فرمایا تھا، اور جس کا اعلان آپؑ نے فرمایا تھا کہ جو اپنی آمد اور جائیدادوں کی وصیت کریں گے، اس سے ترقی اسلام اور اشاعتِ علم قرآن اور کتبِ دینیہ اور سلسلہ کے واعظوں کے لئے خرچ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ان اموال میں سے اِن خرچوں کے علاوہ ’’اُن یتیموں اور مسکینوں اور نو مسلموں کا بھی حق ہو گا جو کافی طور پر وجوہِ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں‘‘۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 319)

آپؑ نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے یہ اموال جمع ہوں گے اور کام جاری ہوں گے کیونکہ یہ اُس خدا کا وعدہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ آپ نے ایسے لوگوں کو جو اس وصیت کے نظام میں شامل ہوں گے اور دین اور مخلوق کی مالی اعانت کریں گے، دعاؤں سے بھی نوازا۔

یہ وصیت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو مقبرہ موصیان یا بہشتی مقبرے میں دفن ہوں گے فرمایا: ’’اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور و رحیم! تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچّا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنّی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا لاتے ہیں‘‘۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 317)

پس جو لوگ نظامِ وصیت میں شامل ہیں اُن کے ایمان، اطاعت اور قربانیوں کے معیار بھی ہمیشہ بڑھتے چلے جانے چاہئیں۔ انہوں نے ایک عہد کیا ہے۔ اس لئے وصیت کرنے کے بعد پھر تقویٰ میں بڑھنے کی کوشش بھی پہلے سے زیادہ ہونی چاہئے۔ خلافت سے وفا کا تعلق بھی پہلے سے بڑھ کر ہونا چاہئے۔ خدا تعالیٰ ہر احمدی کو اس میں ترقی کرتے چلے جانے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ نظامِ خلافت کے الٰہی وعدوں سے فیض پانے کی ہر احمدی کو توفیق ملتی رہے تا کہ یہ نظام ہمیشہ جاری رہے اور ہم اس سے فیض پاتے چلے جائیں۔

(خطبہ جمعہ 27؍ مئی 2011ء)

منور علی شاہد (جرمنی)

’’گولڈن ٹمپل‘‘ امرتسر میں سکھ مذہب کا مقدس مقام

گولڈن ٹمپل افتتاح کا منظر

بھارتی پنجاب کے شہر امرتسر میں واقع ’’گولڈن ٹمپل‘‘ سکھ مذہب کا مقدس ترین مقام ہے جس کو سولہویں صدی میں چوتھے سکھ گرو ’’رام داس‘‘ نے تعمیر کیا تھا۔ اس کا اصل نام ’’ہرمندر صاحب‘‘ ہے اور اس کو ’’دربار صاحب‘‘ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ چوتھے گرو ’’رام داس‘‘ کے دور دسمبر 1585ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور پانچویں گرو ’’ارجن دیو جی‘‘ کے دور میں اگست 1604ء میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی تھی۔ اس میں سکھ فن تعمیر نمایاں ہے۔ بعد میں پنجاب کے حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ’’ہرمندر صاحب‘‘ کی عمارت کو مکمل طور پر باہر سے سونے کے ساتھ کور کروایا تھا جس کی وجہ سے اس کا نام انگریزی زبان میں ’’گولڈن ٹمپل‘‘ مشہور ہوگیا تھا اور آج یہ اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔ چوتھے گرو جی گرو رام داس نے 1577ء میں گولڈن ٹمپل کی تعمیر سے قبل اس کے احاطے میں موجود بڑا تالاب بنوایا تھا جو بعد میں ’’امرت سر‘‘ کے نام سے مشہور ہوا تھا۔ تاریخ کی کتابوں میں سکھ مذہب اور مسلمان صوفی بزرگوں کے ساتھ ابتدائی مراسم اور مذہبی ہم آہنگی کے تذکرہ اور واقعات ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ پانچویں گرو ’’ارجن دیو جی‘‘ کے مشہور صوفی بزرگ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ کے ساتھ گہرے مراسم تھے جن کا مزار دھرمپورہ میاں میر کے علاقے میں موجود ہے اور یہ کہ گولڈن ٹمپل کی بنیاد کا پہلا پتھر گرو ارجن دیو نے حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ کے ہاتھوں رکھوایا تھا۔ امرتسر بھارتی پنجاب کا ایک شہر ہے اور لاہور سے صرف 28 کلو میٹر دوری پر مشرق میں واقع ہے۔ اور امرتسر کی کل آبادی 36 لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اسی سال 13 جنوری 2021ء کو گولڈن ٹمپل کے سنگ بنیاد رکھنے کو پورے 433 سال ہوگئے تھے۔ حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ دھرمپورہ لاہور کے رہنے والے تھے اور سکھ مذہب کے چوتھے گرو رام داس کی جائے پیدائش لاہور ہی تھی۔ ان کے بیٹے اور سکھوں کے پانچویں گرو ارجن دیو اکثر اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں کو ملنے لاہور آیا کرتے تھے۔ اسی دوران ان کی ملاقات حضرت میاں میر صاحب سے ہوئی اور پہلی ملاقات ہی دوستی میں بدل گئی۔ اس وقت حضرت میاں میر صاحب ان سے دس بارہ سال بڑے تھے۔ گرو ارجن دیو حضرت میاں میر صاحب کی کی روحانی روشنی اور صوفیانہ مزاج اور محبت و آتشی کی تعلیمات سے بخوبی واقف تھے۔ ایک روایت کے مطابق گرو صاحب خصوصی طور پر ان سے ملنے لاہور آئے اور ملاقات میں بتایا کہ وہ امرتسر میں ایک گوردوارہ بنانا چاہتے ہیں جہاں ہر مذہب، مسلک اور ذات کے لوگوں کو آنے جانے کی آزادی حاصل ہو۔ اس ملاقات میں حضرت گرو جی نے ان سے اس گوردوارے کا سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کی۔ اس درخواست کو قبول کرتے ہوئے حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ نے سال 13 جنوری 1588ء کو مذہبی لباس اور مخروطی ٹوپی پہن کر امرتسر پہنچے جہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا اور گوردوارہ کا سنگ بنیاد رکھ کر مسلم سکھ دوستی کی بنیاد رکھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر خدا کی تعریف کی گئی اور بھجن گائے گئے اور اس کو ’’ہرمندر صاحب‘‘ کا نام دیا گیا جس کا مطلب ہے ’’رب کا گھر‘‘۔

اکالی تخت

امرتسر میں جس جگہ یہ مقدس مقام واقع ہے اس بارے کہا جاتا ہے کہ ہزاروں سال قبل ایک انتہائی پرسکون جنگل نما جگہ ہوا کرتی تھی جہاں غور و فکر کے لئے مراقبے اور اعتکاف کئے جاتے تھے۔ بدھا نے یہاں وقت گزارا تھا۔ اس وقت یہاں ایک جھیل بھی ہوا کرتی تھی جس کے کنارے وہ بیٹھا کرتے تھے۔ بدھا کے بعد ہزاروں سال بعد ایک فلسفی اسی مقام پر غور و فکر کے لئے آئے تھے اور یہ سکھ مذہب کے بانی حضرت بابا گرو نانک صاحب تھے (1469ء۔1539ء) حضرت بابا گرو نانک صاحب نے سکھ مذہب کی تعلیمات پھیلانے کا آغاز ننکانہ سے کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ننکانہ شہر کو آج بھی سکھوں میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ دربار صاحب کرتارپور وہ مقام ہے جہاں حضرت بابا گرو نانک صاحب کی وفات ہوئی تھی اور انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام یہیں گزارے تھے۔ 1521ء میں آپ نے یہاں آکر کرتارپور نام کا گاؤں آباد کیا تھا۔ یہ پاکستان کے سرحدی شہر نارووال میں واقع ہے۔ 9 نومبر 2019ء کو وزیر اعظم پاکستان نے اس ’’کرتارپور راہداری‘‘ کا سرکاری سطح پر افتتاح کرکے عالمی شہرت اور توجہ حاصل کی تھی۔ حضرت بابا گرو نانک صاحب کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں نے اس مقام پر جانے کا سلسلہ جاری رکھا اور یوں صدیوں کے بعد اس مقام کو سکھ مذہب کے انتہائی مقدس مقام کی حیثیت مل گئی اور بعد ازاں چوتھے سکھ گرو (1534ء۔1581ء) اور پانچویں گرو ارجن دیو (1581ء۔1606ء) کے ادوار میں موجودہ گولڈن ٹمپل کی تعمیر شروع ہوکر مکمل ہوئی تھی۔ پنجاب کے

گولڈن ٹمپل کا فضائی منظر

حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ (1780ء۔1839ء) کے دور میں ہری مندر کو سنگ مرمر کے پتھروں، مجسموں، سنہری گولڈنگ اور دیگر قیمتی پتھروں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ سکھوں کا مقدس صحیفہ ’’گرو گرنتھ صاحب‘‘ ایک انتہائی قیمتی پلیٹ فارم پر رکھا ہوا ہے۔ یہ دعاؤں، نظموں اور بھجنوں کا ایک مجموعہ ہے۔

تاریخ کے مطابق حضرت بابا گرو نانک صاحب نے کرتارپور میں 1539ء میں اپنی وفات سے قبل گرو انگد دیو کو نیا گرو نامزد کیا تھا۔ اس کے بعد چوتھے گرو کے دور میں امرتسر کے پرانے تالاب کی دوبارہ مرمت شروع کی گئی تھی اور اس کے درمیان میں ’’گوردوارہ‘‘ تعمیر کیا جس کو آج ’’ہرمندر صاحب‘‘ اور ’’دربار صاحب‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے چار دروازے ہیں اور یہاں ہر مذہب کے ماننے والوں کو آنے کی آزادی حاصل ہے۔ کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ ہرمندر صاحب کے سامنے ایک ’’اکالی تخت‘‘ کو بھی تعمیر کیا گیا تھا جو اب اسی عمارت کا ہی حصہ بن چکا ہے۔ اکالی تخت کا مطلب ہے کہ خدا کا تخت۔ معروف تاریخ دان اور پاک و ہند میں سکھوں پر کتابیں لکھنے والے مکرم اقبال قیصر صاحب کے مطابق اکالی تخت کی بنیاد سکھوں کے چھٹے گرو ’’ہر گوبند‘‘ نے رکھی تھی اور اس کی تعمیر کے وقت اس کی بلندی کو تخت دہلی سے ڈھائی فٹ زیادہ اونچا رکھا گیا تھا۔ تاریخ کے مضامین کے مطابق سب سے پہلے گرو رام داس نے یہاں مٹی کا چبوترا بنوایا تھا۔ اس کے بعد گرو ارجن دیو نے وہیں ایک کچی کوٹھری بنائی جس کو ’’کوٹھا صاحب‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس تخت پر سب سے پہلے بیٹھنے والے ’’گرو ہر گوبند‘‘ تھے۔

بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق سکھوں کے پانچویں گرو، گرو ارجن دیو، جو کہ گرو ہر گوبند کے والد تھے، ان کو مغل بادشاہ جہانگیر نے قتل کروادیا تھا۔ ان کی موت کے بعد ان کے بیٹے ’’گرو ہر گوبند‘‘ کو صرف 11 برس کی عمر میں سکھوں کا گرو مقرر کردیا گیا تھا۔ اور انہی کے دور میں اکالی تخت کی تعمیر ہوئی اور فوجی روایات اور دفاع کا سلسلہ شروع ہوا (بی بی سی اردو مؤرخہ 9 نومبر 2019ء)۔ اکالی تخت کو آج سکھ مذہب میں انتہائی اہمیت حاصل ہے اور اس کو سچے بادشاہ کے تخت کہا جاتا ہے اور یہ انصاف اور دنیاوی سرگرمیوں کا اہم مرکز ہے۔

جون 1984ء میں گولڈن ٹمپل پر حملہ اور بھارتی فوج کے ’’اپریشن بلیو اسٹار‘‘ کی کارروائی کے نتیجہ میں اسکو عالمی شہرت ملی تھی اور کئی دہائیوں تک عالمی سیاست اور صحافت میں اس کا چرچا ہوتا رہا تھا۔ اس سے پہلے ماضی میں بھی اس پر حملے ہوتے رہے ہیں۔ اٹھارویں صدی میں احمد شاہ ابدالی کے حملوں سے بھی اکالی تخت کو کافی نقصان پہنچا تھا۔

ابو سلطان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کی تردید از روئے قرآن

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس مطالبہ کا ذکر کیا ہے جس میں وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے آسمان پر جانے اور ایک الٰہی کتاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے:

وَ لَقَدۡ صَرَّفۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤی اَکۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوۡرًا۔ وَ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ یَنۡۢبُوۡعًا۔ اَوۡ تَکُوۡنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡہٰرَ خِلٰلَہَا تَفۡجِیۡرًا۔ اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمۡتَ عَلَیۡنَا کِسَفًا اَوۡ تَاۡتِیَ بِاللّٰہِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیۡلًا۔ اَوۡ یَکُوۡنَ لَکَ بَیۡتٌ مِّنۡ زُخۡرُفٍ اَوۡ تَرۡقٰی فِی السَّمَآءِ ؕ وَ لَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیۡنَا کِتٰبًا نَّقۡرَؤُہٗ ؕ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ ہَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا۔ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَہُمُ الۡہُدٰۤی اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا

(سورۃ بنی اسرائیل: 90تا95)

ترجمہ: اور ہم نے یقیناً اس قرآن میں لوگوں کی خاطر ہر قسم کی مثالیں خوب پھیر پھیر کر بیان کی ہیں پس اکثر انسانوں نے محض ناشکری کرتے ہوئے انکار کر دیا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تُو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ پھاڑ لائے یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تُو اس کے بیچوں بیچ خوب نہریں کھود ڈالے یا جیسا کہ تُو گمان کرتا ہے ہم پر آسمان کو ٹکڑوں کی صورت گرا دے یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے یا تیرے لئے سونے کا کوئی گھر ہو یا تُو آسمان میں چڑھ جائے مگر ہم تیرے چڑھنے پر بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تُو ہم پر ایسی کتاب اتارے جسے ہم پڑھ سکیں تُو کہہ دے کہ میرا ربّ (ان باتوں سے) پاک ہے (اور) میں تو ایک بشر رسول کے سوا کچھ نہیں۔ اور لوگوں کو جب ان کے پاس ہدایت آئی اس کے سوا کسی چیز نے ایمان لانے سے نہیں روکا کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت کے مطابق آپ ﷺ نے بتقاضائے بشریت اور رسالت آسمان پر جانے سے انکار کیا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشر اور رسول ہوتے ہوئے کیونکر آسمان پر جا سکتے ہیں۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کی تردید کی دو صورتیں ہیں۔

اول: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اگر بشر اور رسول ثابت کر دیا جائے تو وہ بھی آسمان پر جانے سے معذور سمجھے جائیں گے۔

دوم: آخری راہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر جانے کی یہ ہے کہ وہ مافوق البشر کوئی وجود تھے یا واقعی خدا کے بیٹے یا خود خدا تھے، کہ آسمان سے اترے اور آسمان کی طرف رفع ہوا۔ (یاد رہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اور قرآن آپ کا ذکر بار بار ابن مریم کے نام سے کرتا ہے۔ اسلئے جو آسمان سے نہیں اترا وہ آسمان پر کیونکر چڑھے گا؟)

مندرجہ بالا دونوں صورتوں کا رد قرآن کریم سے پیش ہے۔ اول الوہیتِ مسیح کا رد پیش ہے کیونکہ ہر مسلمان کا ایمان طبعاً شرک کی پلیدی سے نفرت کرتا ہے۔ اور پھر جس مطالبہ کے پورے کرنے (رفع الی السماء) سے آپ ﷺ نے بتقاضائے بشریت معذوری ظاہر فرمائی ہو اس کام کا کسی اور نبی سے صادر ہونا قبول کرنا، ایک باغیرت اور محبِ رسول ﷺ کے لئے مرنے سے کم نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا یا خدا کا بیٹا نہ ہونا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

1۔ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ

(سورۃ الاخلاص:4)

نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اس آیت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا اور خدا کا بیٹے ہونے کی صریح تردید فرمادی ہے۔

2۔ وَّ یُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّ لَا لِاٰبَآئِہِمۡ ؕ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ ؕ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا}

(سورۃ الکہف: 5تا6)

اور وہ ان لوگوں کو ڈرائے جنہوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنالیا ہے ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں، نہ ہی ان کے آباء و اجداد کو تھا۔ بہت بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے وہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔

3۔ لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ ؕ قُلۡ فَمَنۡ یَّمۡلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا اِنۡ اَرَادَ اَنۡ یُّہۡلِکَ الۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ وَ اُمَّہٗ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ؕ وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ؕ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ

(سورۃ المائدۃ:18)

یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً اللہ ہی مسیح ابنِ مریم ہے۔ تُو کہہ دے کہ کون ہے جو اللہ کے مقابل پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہے اگر وہ فیصلہ کرے کہ مسیح ابنِ مریم کو اور اس کی ماں کو اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو نابود کرے اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اُس کی بھی جو اُن دونوں کے درمیان ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

4۔ وَ اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَ اُمِّیَ اِلٰہَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ قَالَ سُبۡحٰنَکَ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَیۡسَ لِیۡ ٭ بِحَقٍّ ؕ اِنۡ کُنۡتُ قُلۡتُہٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَہٗ ؕ تَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِیۡ وَ لَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِکَ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ

(سورۃ المائدۃ:117)

اور (یاد کرو) جب اللہ عیسیٰ ابنِ مریم سے کہے گا کہ کیا تُو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو؟ وہ کہے گا پاک ہے تُو۔ مجھ سے ہو نہیں سکتا کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہ ہوا۔ گر میں نے وہ بات کہی ہوتی تو ضرور تُو اسے جان لیتا۔ تُو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے دل میں ہے۔ یقیناً تُو تمام غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ (قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بتقاضائے بشریت الوہیت کی منافی کریں گے)۔

5۔ اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ

(سورۃ آل عمران:60)

یقیناً عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی سی ہے اسے اس نے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا کہ ہو جا تو وہ ہونے لگا (اور ہو کر رہا)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس سوچ کا رد فرمایا ہے جو لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے اس لئے وہ خدا، خدا کے بیٹے یا کوئی مافوق البشر شخصیت تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال حضرت آدم جیسی ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہو کر خدائی کے دعویٰ کے حقدار ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام تو بن ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ بہر حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ خدائی کے دعویٰ کے حقدار ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشر یا رسول سے زیادہ تصور کرنا شرک کرنا ہے یا ایسی راہ تو ضرور ہے جو شرک کی طرف لے جاتی ہے۔

6۔ قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۪ وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیۡ ۫ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡنِیۡ جَبَّارًا شَقِیًّا وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَ یَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا

(سورۃ مریم:31تا34)

اُس نے کہا یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے نیز مجھے مبارک بنا دیا ہے جہاں کہیں میں ہوں اور مجھے نماز کی اور زکوۃ کی تلقین کی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اپنی ماں سے حسن سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے سخت گیر اور سخت دل نہیں بنایا اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن مجھے جنم دیا گیا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ کر کے مبعوث کیا جاؤں گا۔

یہاں نہایت صراحت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ قرار دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان کے اللہ کے مخلوق ہونے کی دلیل یہ پیش فرمائی ہے کہ وہ اللہ کی دائمی صفات کے برخلاف فرماتے ہیں کہ جب تک میں زندہ رہوں یعنی میں بھی لازماً فوت ہونے والا ہوں۔ نیز خود حضرت عیسیٰ اپنے لئے بعینہٖ وہی تین مدارج اختیار فرماتے ہیں جو ہر بشر پر آتے ہیں یعنی جنم، وفات اور بعث بعد الموت۔

7۔ لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰہِ وَ لَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ وَ مَنۡ یَّسۡتَنۡکِفۡ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَ یَسۡتَکۡبِرۡ فَسَیَحۡشُرُہُمۡ اِلَیۡہِ جَمِیۡعًا

(سورۃ النساء:173)

مسیح تو ہرگز ناپسند نہیں کرتا کہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرّب فرشتے اور جو بھی اس کی عبادت کو ناپسند کرے اور تکبر سے کام لے ان سب کو وہ اپنی طرف ضرور اکٹھا کر کے لے آئے گا۔

آیات متذکرہ بالا میں حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے، خدا کا بیٹا ہونے یا مافوق البشر کوئی مخلوق ہونے کی قطعیت سے تردید کی گئی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بشر اور رسول ہونا

قرآن کریم بڑی صراحت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول اور بشر قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

1۔ وَ رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ

(سورۃ آل عمران:50)

اور وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔ یہاں خود اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے رسول ہونے کی صراحت فرمادی اور اسی آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے والوں کو بھی مایوس ہو جانا چاہیئے کیونکہ اول تو دونوں صورتوں کارد ہوگیا جو آپ ﷺ نے آسمان پر نہ جانے کی بیان فرمائی ہیں اور دوسرا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لے بھی آئے (گو ان کا آسمان پر جانا ثابت ہی نہیں ہوتا) تو قرآن کی اس آیت کے مطابق وہ بنی اسرائیل کے رسول ہوں گے کیونکہ پورے قرآن میں کسی اور جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی نبی کے طور پر آنے کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔

2۔ مَا الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّہٗ صِدِّیۡقَۃٌ ؕ کَانَا یَاۡکُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُبَیِّنُ لَہُمُ الۡاٰیٰتِ ثُمَّ انۡظُرۡ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ

(سورۃ المائدۃ:76)

مسیح ابنِ مریم ایک رسول ہی تو ہے اس سے پہلے جتنے رسول تھے سب کے سب گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صِدیقہ تھی دونوں کھانا کھایا کرتے تھے دیکھ کس طرح ہم ان کی خاطر اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں پھر دیکھ وہ کدھر بھٹکائے جارہے ہیں۔

اس آیت میں ایک طرف تو صراحت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول بیان فرمایا ہے دوسری طرف اسی آیت میں اس عظیم الشان مضمون کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہود جس ایلیا نبی کو آسمان پر بٹھائے اس کے آسمان سے اترنے کا انتظار کر رہے ہیں وہ یہ اعلان سن لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل جملہ انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل انبیاء کی بات تو قرآن نے بڑی تحدی سے پیش فرمادی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننے والوں کے عقیدہ پر ایک دوسری آیت یوں قیامت برپا کرتی ہے جس میں فرماتا ہے وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۠ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ ؕ وَ مَنۡ یَّنۡقَلِبۡ عَلٰی عَقِبَیۡہِ فَلَنۡ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیۡئًا ؕ وَ سَیَجۡزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیۡنَ

(سورۃ ال عمران:145)

اور محمد نہیں ہے مگر ایک رسول یقیناً اس سے پہلے رسول گزر چکے ہیں پس کیا اگر یہ بھی وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو بھی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا تو وہ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ یقیناً شکر گزاروں کو جزا دے گا۔ پس المائدۃ 176 کے بعد ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت شدہ انبیاء سے باہر رہ گئے تھے اور اس آیت نے آپ علیہ السلام کی وفات کو بھی تحدی سے پیش فرمادیا ہے (خلا کے لفظ کے معنی ہمارے مخالفین کریں گے ہم قبول کریں گے بشرطیکہ دونوں جگہ ایک ہی معانی لئے جائیں)۔ اس لئے جس طرح آج تک یہود کا فرضی ایلیا آسمان پر بیٹھا ہے ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر بٹھانے والے قیامت تک ان کے منتظر رہیں گے مگر کبھی ان کو آسمان سے اترتا نہیں دیکھیں گے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت پر اس آیت نے صراحت فرمادی کہ آپ اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے گویا آپ علیہ السلام کی بشریت کی دلیل یہ دی کہ آپ اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے جیسا کہ ہر بشر بوجہ بشریت کے کھانا کھاتا ہے۔

3۔ وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۪ وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیۡ ۫ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡنِیۡ جَبَّارًا شَقِیًّا وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَ یَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا ذٰلِکَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِیۡ فِیۡہِ یَمۡتَرُوۡنَ

(سورۃ مریم:32تا35)

نیز مجھے مبارک بنادیا ہے جہاں کہیں میں ہوں اور مجھے نماز کی اور زکوٰۃ کی تلقین کی ہے جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی ماں سے حسن سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے سخت گیر اور سخت دل نہیں بنایا اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن مجھے جنم دیا گیا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ کرکے مبعوث کیا جاؤں گا یہ ہے عیسیٰ بن مریم (یہ) وہ حق بات ہے جس میں وہ شک کر رہے ہیں۔

اس آیت میں بڑی صراحت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت کے متعدد دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ اولاً آپ کا یہ فرمانا کہ جب تک میں زندہ رہوں یعنی بتقاضائے بشریت مجھے موت آجائے گی۔ دوم آپ کا ماں کے پیٹ سے جنم لینا۔ سوم آپ کی سلامتی کے متعلق جو ترتیب بیان فرمائی گئی ہے وہ بعینہ وہی ہے جو عام بشر (انسان) کی ہوتی ہے یعنی ہر انسان جنم لیتا ہے، پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے پھر بروز قیامت وہ زندہ کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ پرحکمت ترتیب خود بتا رہی ہے کہ آپ علیہ السلام ایک بشر ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں جیسا کہ دیگر تمام انبیاء بشر ہیں تا کہ وہ اپنے جیسے لوگوں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ بنیں۔ ورنہ عوام الناس کیونکر انبیاء کی پیروی کریں جب کہ وہ جانتے ہوں کہ انبیاء ما فوق البشر مخلوق ہیں۔ جیسا کہ خود قرآن کریم فرماتا ہے کہ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ

(سورۃ الکہف:111)

تو کہہ دے میں محض تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ ﷺ ایک بشر ہیں ہاں ایک فرق ضرور ہے کہ آپ ﷺ کے مطہر قلب پر پاک وحی نازل ہوتی ہے۔

4۔ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ وَ مَا جَعَلۡنٰہُمۡ جَسَدًا لَّا یَاۡکُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَ مَا کَانُوۡا خٰلِدِیۡنَ

(سورۃ الانبیاء:8تا9)

اور تجھ سے پہلے ہم نے کبھی کسی کو نہیں بھیجا مگر مردوں کو جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے پس اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے اور ہم نے انہیں ایسا جسم نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور وہ ہمیشہ رہنے والے نہیں تھے۔

اس آیت نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت کو اس رنگ میں پیش فرمادیا ہے مسیح علیہ السلام کے رفع الی السماء کے عقیدہ کو ماننے والے پوری طرح مبہوط ہوجائیں اور قرآن کی حکمرانی اپنے سروں پر قبول کریں یا مولوی کی خود ساختہ کہانیوں کے ڈھکونسلے پر انتظار میں بیٹھے رہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ آپ ﷺ سے قبل جملہ انبیاء بشر ہی تھے جن میں حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ مزید فرماتا ہے کہ انکی بشریت کی دلیل یہ ہے کہ وہ سب بتقاضائے بشریت کھانا کھاتے تھے اور پورے قرآن میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر فرمایا گیا ہے کہ آپ اور آپ کی والدہ کھانا کھاتے تھے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ کَانَا یَاۡکُلٰنِ الطَّعَامَ (المائدۃ 76) دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ پس ان دونوں آیات سے صراحت سے ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بشر اور رسول تھے اور اگر بتقاضائے بشریت اور رسالت ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ آسمان پر جانے سے انکار کرتے ہیں تو ایک سچے عاشق رسول ﷺ کی غیرت یہ کیونکر گوارا کرسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بشر اور رسول ہوتے ہوئے دو ہزار سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود زندہ آسمان پر موجود ہوں اور بادشاہِ ہر دوسرا ﷺ کو محض تریسٹھ سال کی مہلت ملے اور مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کا روضہ مبارک ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت اور رسالت کے مستنبط ہونے کے بعد ایک آیت سے صراحت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہوجانا بھی ثابت ہے جیسا کہ فرماتا ہے کہ وَ مَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ الۡخُلۡدَ ؕ اَفَا۠ئِنۡ مِّتَّ فَہُمُ الۡخٰلِدُوۡنَ (سورۃ الانبیاء:35)

اور ہم نے کسی بشر کو تجھ سے پہلے ہمیشگی عطا نہیں کی پس اگر تُو مر جائے تو کیا وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کی زندگی تک زندہ متصور بھی کیے جاتے تھے تو اس آیت کے نزول کے بعد بہرحال آپ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی وہ بھی فوت ہوگئے خواہ آسمان پر ہوں یا کہیں بھی۔ (جماعت احمدیہ کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ جو سلوک اپنے برگزیدوں کے ساتھ کیا کرتا ہے وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا اور آپ کو صلیب کی لعنتی موت سے نجات دی جس کے یہودی خواہاں تھے۔ تا کہ نعوذ باللہ مصلوب ہونے کے بعد آپ کی مبارک پیدائش کے متعلق بھی تحدی سے اپنے اعتراض (نعوذ باللہ ولد الزنا ہونے) کو یقینی بنا کر پیش نہ کرسکیں۔ اور نجات دے کر اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی طرف آپ نے ہجرت کی تا کہ ان کی ہدایت کا سامان فرمائیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام سری نگر کشمیر محلہ خان یار میں مدفون ہیں جہاں آپ شہزادہ نبی، یوز آسف وغیرہ ناموں کے ساتھ اب تک یاد کیے جاتے ہیں اور آپ کے مزار کا زمانہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا بتایا جاتا ہے۔ صلیب سے نجات کی ایک بڑی دلیل مرہمِ عیسیٰ بھی ہے اگر یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے صلیبی زخموں کے لئے تیار نہیں ہوئی تھی تو اسکو مرہمِ عیسیٰ کا نام کیوں دیا گیا جبکہ اس کا نسخہ بعینہ ان زخموں کے علاج کے لئے نہایت مفید ہے جو بالخصوص صلیب کے زخموں کے لئے مسیحائی کا رنگ رکھتی ہے۔ اسلام کی آمد سے بھی پہلے سے اطباء اس مرہم کا ذکر اپنی کتابوں میں کرتے چلے آتے ہیں۔

پس متذکرہ بالا نصوص صحیحہ اور تاریخی حوالہ جات سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بشر اور رسول ہیں اور ان دونوں صفات سے متصف ہونے کی وجہ سے آپ زندہ آسمان پر جانے سے قاصر ہیں کیونکہ ان دونوں صفات کا ذکر کرکے ہی آنحضرت ﷺ نے سورۃ بنی اسرائیل میں اپنے زندہ آسمان پر جانے کی تردید کی ہے اور اگر آپ ﷺ بشر اور رسول ہوتے ہوئے زندہ آسمان پر نہیں جاسکتے تو کسی دوسرے بشر اور رسول کے لئے یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ دو ہزار سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود آسمان پر زندہ موجود ہوں۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ترجمہ و تلخیص: مدثر ظفر

کیا جانور اپنا عکس پہچانتے ہیں؟

آپ میں سے اکثر نے اس کتے کا قصہ سن یا پڑھ رکھا ہوگا جسے ایک ہڈی ملی، ہڈی کو اپنے منہ میں دابے کنویں پر پہنچا اور پانی میں اپنے ہی عکس کو دیکھ کر دوسرا کتا سمجھ کر بھونکا اور اپنی ہڈی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

یہ ایک سبق آموز قصہ ہے اور یہاں ایک دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ’’کیا دیگر جانور اپنا عکس پہچانتے ہیں؟‘‘

جانوروں پر تحقیق کرنے والے محققین نے مختلف جانوروں پر اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے تجربات کیے ہیں۔ ان تجربات سے جانوروں کی ذہانت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے جنگلوں میں بڑے بڑے آئینے نصب کر کے جانورں کے رویوں کا مشاہدہ کیا گیا اور ان کی وڈیوز بنائی گئیں۔

تجربات سے یہ نتائج سامنے آئے کہ صرف آٹھ اقسام کے جاندار ہیں جو اپنا خود کا عکس پہچان سکتے ہیں۔ ان میں انسان، چمپینزی، گوریلا، آرنگوٹینس (بندروں کی ایک نسل) ، ڈولفن ،میگ پائی (ایک پرندہ جس کے علاوہ کسی پرندے نے یہ ٹیسٹ پاس نہیں کیا) اور ہاتھی۔

کیا ہوتا ہے جب کسی جانور کے سامنے آئینہ رکھا جائے۔ اس تجربہ کو متعدد درجات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر جاش پلانک اور ان کے ساتھیوں نے ہاتھیوں پر تجربات کے دوران اپنی تحقیق میں لکھا کہ جب وقفے وقفے سے ہاتھیوں کو آئینے کے سامنے کیا گیا تو ہر بار ہاتھیوں نے مختلف رویوں کا مظاہرہ کیا۔

ڈولفن نے جب خود کو آئینے میں دیکھا تو اس کے سامنے کھڑی ہو گئی اور آئینے میں نظر آنے والے عکس کو دیکھنے لگی۔ ڈولفن کا سامنا جب کسی دوسری ڈولفن سے ہوتا ہے تو وہ ایسا نہیں کرتیں اس کا مطلب تھا کہ وہ بخوبی جانتی ہے کہ آئینے میں نظر آنے والی ڈولفن کوئی اور نہیں بلکہ وہ خود ہے۔

تجربہ کے پہلے درجہ کو سماجی رویہ Social Behaviour کا نام دیا گیا جس میں جانور پہلی بار جب آئینے میں خود کو دیکھتا ہے تو اسے کوئی اجنبی ہی خیال کرتا ہے۔

کتے، بلیاں ہاتھی سمیت اکثر جانور پہلی بار خود کو دیکھنے پر ایسا ہی ردعمل ظاہر کرتے ہیں اور بعض اوقات جارحانہ رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ پرندوں کی اکثر اقسام آئینے میں خود کو دیکھ کر اپنے ہی عکس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اس طرح پر اپنا عکس پہچاننے میں بالکل ناکام رہے ہیں۔

اگلا درجہ Test Behavior کہلاتا ہے جس میں جانور آئینے کو چھوتے ہیں اور حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ آئینے میں نظر آنے والا جانور میری ہی طرح کی حرکتیں کیوں کر رہا ہے۔

اگلا درجہ Self-directed behavior کہلاتا ہے۔ اس درجہ میں جانوروں کو اندازہ ہونے لگتا ہے کہ آئینے میں نظر آنے والا وہ خود ہے۔ اس بات کو پرکھنے کے لیے وہ بار بار آئینے کے سامنے آکر اپنے جسم کے ان حصوں کو دیکھتے ہیں جو انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے ہوتے۔

اپنی پیٹھ اور پیٹ کو آئینے کے سامنے کر کے دیکھنا، کبھی ٹانگیں اور سر کو ہلانا جیسی حرکات شامل ہیں۔ ڈولفن نے اپنے بازوؤں کو ہلایا، مڑ کر اپنی کمر کو دیکھا اور گھوم کر اپنے جسم کا مختلف زاویوں سے مشاہدہ کیا۔ جیسے ہم نئے کپڑے پہننے یا میک اپ کرنے کے بعد آئینے میں خود کو دیکھتے ہیں۔

کئی جانور منہ کھول کر اپنے دہانے دیکھتے ہیں۔ ہر جانور اس اسٹیج پر اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق خود کو شناخت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

دلچسپ بات ہے کہ گوریلا، کتے، بلیاں، لیپرڈ، مچھلیاں اور پرندے اس تجربہ میں خود کے عکس کو شناخت کرنے میں ناکام رہے۔ بلیاں تھوڑا عجیب رویہ اپناتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ کچھ غیر معمولی سا ہو رہا ہے لیکن خود کو شناخت نہیں کر پاتیں. جبکہ کتے تھوڑا وقت لیتے ہیں پھر یا تو اپنے عکس کے ساتھ کھیلنے لگ جاتے ہیں یا مکمل نظرانداز کر دیتے ہیں۔

آخری درجہ پر Mark Test کیا جاتا ہے۔ اس میں جانوروں کے چہرے یا جسم کے کسی ایسے حصے پر نشان لگایا جو صرف آئینے میں ہی نظر آ سکتا ہے۔ کوئی جانور اپنے جسم کے کس حصہ کو آئینے میں دیکھ رہا ہے اس سوال کا جواب 1970 میں ڈاکٹر گورڈن گیلپ نے ڈھونڈ نکالا جو چمپینزی پر تحقیق کر رہے تھے۔ اگر کوئی جانور عکس میں دیکھ کر عین اسی جگہ کو چھوتا ہے جہاں پر نشان لگا ہوا ہو تو اس کا مطلب تھا کہ وہ جانور نہ صرف اپنا عکس پہچانتا ہے بلکہ اپنے جسم پر ہونے والی کسی تبدیلی کو بھی محسوس کرسکتا ہے۔ اگر کوئی جانور ایسا نہیں کرتا تو ظاہر ہے وہ آئینے میں دکھائی دینے والے عکس کو اجنبی سمجھتا ہے۔

کئی جانور اس فرق کو محسوس نہیں کر پاتے، محققین کا ماننا ہے کہ ان جانوروں میں خود کو شناخت کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی اور اپنے عکس کو وہ دوسرا جانور ہی متصور کرتے ہیں۔

جہاں تک انسان کا تعلق ہے تو انسانی شعور تدریجاً ترقی کرتا ہے۔ ایک چھوٹا بچہ جب خود کو آئینے میں دیکھتا ہے تو وہ اسے کوئی دوسرا بچہ خیال کرتا ہے۔ تجربات سے پتہ چلتا ہے کہ پندرہ سے اٹھارہ ماہ کی عمر میں بچہ اپنا عکس پہچاننے لگ جاتا ہے۔ اس عمر میں بچے کے چہرے پر کوئی نشان لگا کر آئینے کے سامنے بٹھایا جائے تو اس نشان کو اپنی انگلی سے چھونے کی کوشش کرے گا۔ یعنی وہ جانتا ہے کہ یہ میں ہی ہوں۔

طلوع وغروب آفتاب

22 مئی 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:15	18:55
مدینہ منورہ	04:07	19:02
قادیان	03:52	19:23
ربوہ	03:32	19:03
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:33	20:57